© rasailojaraid.com

اسلام اور وطنیت

(۲)

(از جناب مولوی صدرالدین صاحب)

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ حُبِّ وطن بھی دوسرے دُنیوی تعلقات اور بشری جذبات کی طرح ایک مادّی تعلق کا نام ہے بلکہ درحقیقت اعزہ و اقارب، احباب اور ہم نفسوں کی اور اپنے مساکن اور وسائل معیشت کی محبت ہی کا مجموعی نام حُبِّ وطن ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ ان چیزوں کو الگ کر کے وطن کسی چیز کا نام نہیں ہے اور وہ مٹی یا پتھر ہونے کی حیثیت سے کسی انسان کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اسلام کا جو نقطۂ نظر بالعموم متاعِ حیاتِ دُنیا اور مرغوباتِ نفس کے بارے میں ہے، وہی وطن کے بارے میں بھی ہے اور وطن کو کوئی ایسی خصوصیت حاصل نہیں کہ اس کے لیے سب سے الگ کوئی مخصوص زاویۂ نظر اختیار کیا جائے جس طرح دنیا کی کسی عزیز سے عزیز شے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خدا کی طلب و محبت میں خلل انداز ہو، اسی طرح وطن کی محبت اور عصبیت بھی اس حق سے یکسر محروم ہے۔ دنیا کے تمام دوسرے مادّی رشتوں کی طرح یہ بھی بنی نوع انسان کے لیے ایک فتنہ بلکہ فتنوں کا مجموعہ ہے۔ اسے پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ اس میں انسان کی آزمائش ہو۔ اگر وہ خدا کے ساتھ انسان کی محبت میں، یا بالفاظِ دیگر اسلام کی راہ راست پر چلنے میں مانع نہ ہو تو اس سے تمتع کرنا انسان کے لیے حق ہے۔ اور اگر وہ خدا کی محبت میں حائل ہو جائے تو وہ انسان کا "عدو" ہے جس کے گلے پر چھری پھیر دینا ہی مسلمان ہونے کے لیے شرط اوّل ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ خدا اور وطن مدمقابل ہو جائیں، یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص اپنے کو مسلمان اور خدا پرست بھی کہے اور ساتھ ہی اس روحانی دشمن سے راہ و رسم بھی رکھے۔ اسلام کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے غرض نہیں کہ کس کے دل میں وطن کی محبت کتنی ہے۔ اسے اس سے بھی بحث نہیں کہ کون اپنے وطن کی عزت کا کس قدر خیال رکھتا ہے۔ اس کی طرف سے اس امر کی پوری اجازت ہے کہ انسان اپنے وطن کی ترقی میں حصہ لے اور اس کی فلاح و آسائش میں ہر ممکن تدبیر اختیار کرے۔ لیکن جب وطن اپنی ان حدود سے نکل کر انسان کی روح سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کی ہر خواہش اور مصلحت کا پابند ہو کر رہے، اور ضرورت پیش آنے پر اپنی پیشانی خدا کے سامنے سے اٹھا کر دھرتی ماتا کی مورتی کے آگے ٹیک دے، تو اسلام ایسے وطن کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے والے کو ننگِ ایمان، وطنی کشش سے مغلوب ہو جانے والے کو جہل کا پرستار، اور طعنہ ہائے اغیار سے متاثر ہو جانے والے کو جاہلیت کا غلام قرار دیتا ہے۔ ایسے ہی مواقع مسلم اور غیر مسلم کے درمیان حقیقی فرق و امتیاز کے مواقع ہوتے ہیں۔ انسان انہی موقعوں پر چھانٹا جاتا ہے۔ وطن کو چھوڑ کر خدا کی طرف جائے تو حزب اللہ کا رکن ہے۔ خدا کو چھوڑ کر شیطان کی طرف جائے تو حزب الشیطان کا رکن ہے۔

اسلام سے وطنیت کا تصادم اب اس امر کی توضیح باقی رہ جاتی ہے کہ اسلام کے مصالح اور اس کے اصول سے حُبِّ وطن کے تصادم کا کیا مفہوم ہے، اور اس کی صورت کیا ہوتی ہے؟ اس کے متعلق شائد آپ کو تاریخ اسلام کا ایک ہی صفحہ پوری طرح کفایت کرے گا، اور یہ وہی صفحہ ہے جس میں کلمۂ حق کہنے والے مجرم جوارِ کعبہ سے نکل نکل کر شمال کی طرف جاتے اور مدینہ کی گلیوں میں پہنچتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ہجرت کے فلسفے اور اس کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ مکّہ جیسے محبوب وطن سے ـــــ جس سے بڑھ کر محبوبیت کا دعوےٰ شائد کسی اور خطۂ ارض کے متعلق کسی مسلمان کی زبان سے نہیں سُنا جا سکتا ـــــ نہتّے، فاقہ مست، بے یار و مددگار، ستم رسیدہ، خستہ حال اور ناتوان انسانوں کو کیوں نکل جانے کا حکم دیا گیا؟ محض اس لیے تاکہ خدا ہی کی عبادت ہو سکے اور وطن کی محبت میں پھنس کر وہ کفّار کے ہاتھوں اتنے مجبور نہ ہو جائیں کہ صداقت کے اعلان سے باز رہیں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک خدا کے بجائے تین سو ساٹھ خداؤں کی پرستش کریں۔ قرآن کے الفاظ جو ہجرت کے سلسلہ میں نازل ہوئے، یہ ہیں:۔

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ..... وَمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَھْوٌ وَّلَعِبٌ الخ (عنکبوت ۔ ع ۷)

اے میرے وہ بندو جو مجھ پر ایمان لائے ہو! میری زمین بہت وسیع ہے، پس (کسی خاص مقام کی پابندی تمہیں میری پرستش سے نہ روکے) تم بہرحال میری ہی عبادت کرو (خواہ اس مقصد کے لیے تمہیں اس وسیع زمین کے کسی خطّہ میں جانا پڑے) کیونکہ ہر شخص کو مرنا ہے، پھر ہماری ہی طرف بالآخر تم لوٹ کر آؤ گے ..... اور یہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور دل لگی ہے۔

یہ چند الفاظ اسلامی تاریخ اور فلسفہ کا سب سے عظیم الشان باب اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں۔ یہ بتاتے ہیں کہ اُس وطن کی حقیقت خدا پرستی کے مقابلہ میں کتنی حقیر ہے جو آج تہذیب نو کے تخت پر بیٹھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا صور پھونک رہا ہے۔ مکّہ نہ صرف عام مسلمانوں کو بلکہ پیغمبر عالم تک کو سارے جہان سے زیادہ عزیز تھا۔ لیکن اس کی محبت عباد اللہ کو اللہ کی معبودیت اور اپنی عبدیت کے اظہار سے روکتی تھی، اور معبود حقیقی کا غیر متبدّل مطالبہ یہ تھا کہ اِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ (میری ہی عبادت کرو)۔ اب ایک طرف وطن کی کشش تھی۔ گھر بار اہل و عیال اور قبیلہ و خاندان کی محبت تھی۔ دوسری طرف احکم الحاکمین کا یہ نہ بدلنے والا فیصلہ تھا۔ وطن کی محبت اور اس کی مصلحت کا تقاضا تھا کہ نہ مکّہ سے باہر قدم رکھیں، کہ یہ گوشت کے ناخن سے جدا ہونے کا ہم معنی تھا، اور نہ قریش کی مستحکم سیادت و عظمت اور باہمی اتحاد اور عصبیت کو کسی طرح گزند پہنچے کہ مادّہ پرستی کی دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی مصلحت نہیں۔ لیکن اگر وہ اس تقاضہ کو پورا کرتے تو سب سے پہلے انہیں لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ کے اعلان سے زبان کو روکنا پڑتا، "فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ" کا مطالبۂ خداوندی رد کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینا پڑتا، جیسا کہ اس دورِ مظلومیت کی اسلامی تاریخ شہادت دے رہی ہے۔ لہذا خدا نے اپنے پرستاں کو حکم دیا کہ وطن کی محبت اور اس کی خیر خواہی کے خوفناک فتنہ سے، جو عدو" بن کر ان کی متاع ایمان کو پامال کر دینا چاہتا تھا، چوکنے ہو جائیں اور اگر انہیں یہ ایمان کی متاع واقعی عزیز ہے اور وہ اس کی حقیقی قدر و قیمت سے واقف ہیں، تو انہیں چاہیئے کہ اس کی حفاظت کی خاطر وطن اور اہل و عیال کے دنیوی تعلقات کی پاسداری سے یکلخت منہ موڑ کر دنیا کے کسی ایسے گوشے میں چلے جائیں جہاں خدا کی آزادانہ عبادت ہو سکے اور اسی کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع مل سکے۔ کیونکہ خدا کی زمین تنگ نہیں ہے۔ اگر اس کا ایک گوشہ اِیَّایَ فَاعْبُدُوْنَ کی اجازت دینے سے انکار کرتا ہے، تو پابہ گِل ہو کر کیوں رہ جاؤ؟ اسی زمین کے طویل و عریض دامن میں اور کتنے ہی گوشے مل جائیں گے جہاں تم اپنے اصلی نصب العین کے مطابق عمل کر سکتے ہو۔ یہ ہے اسلام یعنی ایای فاعبدون اور وطنیت کے تصادم کے وقت قرآن کا فیصلہ۔

یاد رہے کہ مذکورہ بالا آیات سورۂ عنکبوت کی آیات ہیں جس کا عنوان ہی ہجرت ہے اور جس کی پہلی ہی آیت میں تعلقات دنیوی کی قربانی شرطِ ایمان ٹھیرائی گئی ہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ چونکہ آیت کے الفاظ عام ہیں اس لیے ہم نے اپنے مضمون کی ابتدا میں اس کے عموم کو باقی رکھ کر ہی اس کی تشریح کی تھی۔ لیکن پوری سورہ کے مضمون کو سامنے رکھ کر، اور خصوصاً اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنَ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ حُبِّ وطن کی قربانی ہی اس آیت میں مقصود بالذات ہے اور اس سورہ کی روح پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس دنیائے لہو و لعب کی کسی محبوب سے محبوب چیز کو، اور خصوصاً وطن کی محبت کو کسی حال میں بھی یہ استحقاق نہیں پہنچتا کہ اِیَّایَ فَاعْبُدُوْنَ کہہ کر انسان کے لیے جو ضابطۂ حیات مقرر کیا گیا ہے اس کے ایک شوشے میں بھی تغیر و تبدل کر سکے۔ جو چیز ایسا داعیہ لے کر سامنے آئے، عبدِ مومن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا فرض ہے کہ پوری عزیمت اور استقلال کے ساتھ اسے پائے استحقار سے ٹھکرا دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا اور ایسے موقع پر دُنیا کی محبت اُسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے تو قرآن اُسے اسلامی جماعت میں شمار کرنے کے لیے بھی تیار نہیں، خواہ وہ زبان سے لاکھ بار ایمان کا اقرار کرے:۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا (انفال - ۱۰)

جو لوگ ایمان لائے لیکن جنہوں نے (خدا کے حکم پر) ہجرت نہیں کی، ان سے تمہارا کسی طرح کی موالات کا بھی رشتہ نہیں تاوقتیکہ وہ ہجرت نہ کریں۔

کیونکہ یہ ہجرت نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ مقصود حقیقی کے مقابلہ میں ایک دنیوی رشتہ کو ترجیح دی گئی، اور ایمان کے مدعی ایمان کی آزمائش گاہ میں ناکام رہے۔ پھر ایسے لوگوں کو جنہوں نے خدا کی طلب پر وطن کی محبت کو مقدم رکھا ہو کس طرح اللہ کی جماعت کا رُکن کہا جا سکتا ہے؟ یہ کام مومنین کا نہیں بلکہ کفار اور منافقین کا ہے کہ جب ان سے ایمان کی قربان گاہ پر جان و مال اور حبِ وطن کی قربانی مانگی جائے تو وہ کنی کاٹ جائیں۔ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ - اور آخر میں ایسے لوگوں کا انجام اس دنیا سے رخصت ہوتے اور تمام مادی علائق سے علیحدہ ہوتے وقت نہایت حسرت ناک ہوگا، جس کی تصویر قرآن ان الفاظ میں کھینچتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ

ان لوگوں سے جن کی جانیں فرشتے اس حال میں نکالتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں مجبور اور بے بس تھے (جس کی وجہ سے کافروں کے تشدد نے ہمیں علانیہ حق پرستی سے باز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَصِیْرًا (نساء - ۱۴) رکھا) فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں (حق کی خاطر وطن کے تعلق سے بے نیاز ہو کر) ہجرت کر جاتے؟ ایس ایسوں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو بہت بری جگہ ہے۔

جو بات اہل ایمان سے ہجرت کا حکم دیتے وقت کہی گئی تھی وہی دنیا پرستوں سے آخرت میں جزا و سزا کے وقت کہی جائے گی کہ مانا تم دشمنانِ حق کے مقابلہ میں کمزور و ناتوان تھے اور وہ تمہیں آسانی با دشاہت کا حلقہ بگوش بننے سے روکتے اور خدا کی خوشنودی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے زبردستی منع کرتے تھے۔ لیکن کیا زمین کی پہنائی صرف تمہارے وطن ہی تک محدود تھی؟ پھر اگر تم دنیا پر مفتون نہ تھے اور رغائب نفس کی دلفریبیوں نے تمہاری نگہ بصیرت سے شاہد حقیقی کا جمال اوجھل نہ کر دیا تھا تو کیوں نہیں ایسا ہوا کہ دنیا اور دنیا کے تعلقات، وطن اور وطن کی گیرائی جو شے بھی خدا کے ساتھ تمہاری عبدیت کے اظہار میں حارج ہوئی تھی اس کو تم ٹھوکر مار دیتے اور زمین کی پھیلی ہوئی وسعتوں میں کوئی دوسرا مامن تلاش کر لیتے؟ خواہ اصحاب کہف اور اصحاب موسیٰؑ کی طرح زرخیز و سرسبز میدانوں اور ترقی یافتہ و متمدن آبادیوں کو خیرباد کہہ کے تمہیں بے آب و گیاہ ریگزاروں اور پہاڑوں کے اندھیرے غاروں میں ہی کوئی مامن کیوں نہ ملتا۔ لیکن جب تم اپنے حقیقی فرض کی ادائیگی کے لیے دنیائے دوں کے ایک رشتہ (حبّ وطن) کو کاٹنا گوارا نہ کیا اور خدا پرستی پر وطن کی محبت اور اس کے فائدوں کو ترجیح دی تو آج بھی اپنے اسی خود ساختہ معبود (وطن) سے نجات مانگو، ہم تو ایسے نافرمانوں کو جو اپنے ماوائے وطن کو ہماری رضا سے زیادہ عزیز رکھتے تھے آج ماوائے جہنم ہی دیں گے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

"فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ" کی حقیقت پر ایک بار ذرا اور پھیل کر نظر ڈال لیجیے، کہ بحث کا اصل مقصود اسی کی گہرائیوں میں مستور ہے۔ یہ آیت مکّی ہے۔ زمانہ ہجرت سے ذرا پہلے نازل ہوئی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام مکی آیات و سُور کو پڑھ جائیے، ہر جگہ اسلام کے اصول و کلیات ہی کے مباحث ملیں گے۔ توحید، معاد، رسالت، نماز، صدقات اور عام اصول اخلاق انسانی کے سوا آپ ان میں اسلامی شریعت اور قانون کے جزئیات کا کوئی ذکر نہ پائیں گے۔ اس سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ زمانۂ قیام مکہ میں کفار قریش نے قرآن کی جو کچھ بھی مخالفت کی تھی، لامحالہ ان کا تعلق انہیں اصولی تعلیمات سے تھا۔ وہ اگر مسلمانوں کو روکتے تھے تو ایک خدا کی پرستش سے، لاالٰہ الاّ اللہ کے اعلان سے، لات و منات کی توہین سے، سرداران قریش کی تضلیل سے۔ انجام کار جب باطل کی قہاریت اور حق کی مقہوریت اپنی انتہا کو پہنچنے کو آئی، اور معاندین حق نے قرآن کی ان چند سیدھی سادھی سچائیوں کا نام و نشان مٹا دینا چاہا اور وطن (مکہ کی سرزمین) میں ان بنیادوں پر اُٹھنے والی عمارت کے قیام کا کوئی امکان باقی نہ رہا تو اللہ نے مسلمانوں کو اسی امکان کی تلاش میں اپنی زمین کی وسعت کی طرف متوجہ کیا، اور ہر قربانی اور ہر قیمت پر اپنی ہی عبادت پر ثابت قدم رہنے کا غیر مبہم حکم دیا۔ اسی لیے مخلصین کے گروہ نے گھر بار کو الوداع کہی۔ اور مادّہ پرستوں اور دنیا کے عاشقوں کو دکھا دیا کہ خدا کی مرضی کے سامنے دنیا کا مضبوط سے مضبوط تعلق بھی کتنا حقیر، کتنا کمزور اور کتنا ناقابلِ اعتناء ہے۔

لیکن کیا مدنی آیات کے نزول کے بعد بھی "فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ" کی وسعت اُنہی اصول اور کلیات تک محدود رہی جن کے خلاف مکہ کے ائمۂ کفر نے تلواریں کھینچی تھیں؟ اور کیا آج بھی وطن کا تعلق اسلامی مصالح سے اُسی وقت متصادم کہا جائے گا جب کہ وہ مسلمانوں کو صرف خدا کی یکتائی کے اعلان سے روکے یا کفار قریش کی طرح رسول اُمّی فداہ ابی و اُمّی کی صداقت کے اقرار سے مانع ہو؟ بالفاظ دیگر کیا عبادت کا مفہوم ایمانیات کے باب اور درود و صلوٰۃ تک ہی محدود ہے، جیسا کہ قبل زمانۂ ہجرت تھا؟ ممکن ہے خانقاہ کے رہبان اور سیاست حاضرہ کے مصلحت کوش اس کا جواب اثبات میں دیں؛ لیکن جب اسلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا تک پہنچایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اس کے کسی اشارہ و کنایہ سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی - اس کی لُغت میں عبادت کے معنی ہیں خدا کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کے - یعنی انسانوں کے لیے جو احکام خدا نے دیے ہیں اور جو ضابطۂ حیات اس نے تجویز کر کے نازل فرمایا ہے، ٹھیک ٹھیک اسی کے مطابق عمل کرنا۔ لہٰذا جس طرح مکّی صورتوں کی اصولی تعلیمات عبادت الٰہی کے دائرہ میں آتی ہیں اسی طرح ہجرت کے بعد نازل ہونے والی جزئی تعلیمات اور فرعی احکام بھی اس دائرہ میں جگہ پانے کے سزاوار ہیں، اور وطنی مصالح کا اسلام کے آئینِ تمدّن و معاشرت اور ضابطۂ سیاست و معیشت سے متصادم ہونا خدائے اسلام کی نگاہ میں بعینہٖ وہی نوعیت رکھتا ہے جو توحید و رسالت جیسی اصولی صداقتوں کا تصادم - جو لوگ ایسا نہیں سمجھتے وہ گویا کتاب اللہ کے بعض حصّوں پر ہی ایمان لاتے ہیں اور عملاً بعض کا انکار کرتے ہیں - اور ایسے کور بصروں کو قرآن جس نام سے موسوم کرتا ہے اس کے تصوّر ہی سے رُوح کانپ اٹھتی ہے -

تصادم کا فلسفہ بھی کسی قدر غور و فکر کا محتاج ہے - عبادت کے مفہوم کی طرح اس وطنی اور ملّی مصالح کے تصادم کا مفہوم بھی موجودہ جاہلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی نذر ہو چکا ہے - اور آج خود مسلمانوں کے سوادِ اعظم کا دماغ اس کے صحیح ادراک سے قاصر ہے - وہ اب اس خام خیالی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جب تک وطنی مصالح صاف اور صریح لفظوں میں منارۂ مسجد پر اذان دینے یا گوشۂ خانقاہ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ذکرِ جہری کرنے سے نہ روکیں اور جب تک آگ کے انگاروں، پتھر کی سلوں، تلوار کی باڑھوں اور سنگین کی نوکوں سے استیصالِ حق میں کام لیا جائے اُس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وطن کی محبت اور عصبیت و مصلحت، اسلام سے متصادم ہو رہی ہے - ان نادان مسلمانوں یا دانا منافقوں سے کون کہے کہ اب زمانہ کی رفتارِ ارتقا نے شرار بولہبی کی سوزشوں اور سیف بوجہلی کی خون آشامیوں کو لوہے پتھر سے نکال کر کتاب کے حروف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں منتقل کر دیا ہے۔ مادیت کی اسلام دشمنی اب تیر و تفنگ سے مسلح ہو کر نہیں آتی کہ مسلمانوں کے اِن خاکی اجسام کو قتل کر ڈالے، بلکہ کاغذ کے سیاہ نقوش کا خوشنما لباس زیب تن کر کے آتی ہے کہ ان کی روحوں کو اندر ہی اندر ذبح کر ڈالے اور اگر موقع ہو تو خود "روشن خیال" اور "فراخ دل" نسل مسلم سے اس کا خون بہا بھی لے۔ پس اگر وطن کے مصالح رفتارِ زندگی کو ایسے رُخ پر ڈالنا چاہیں جہاں تسبیح اور مصلّٰی پر تو ہاتھ نہ ڈالے جائیں مگر تہذیبِ وقت کے فریب کار ہاتھ اس اسلامی روح ہی کو کچل کر رکھ دیں جس کی وجہ سے تسبیح، تسبیح ہے اور مصلّٰی، مصلّٰی، تو یقین فرمائیے کہ ایسی جگہ وطن اسلام سے متصادم ہو رہا ہے، اور یہ تصادم اس تصادم سے کہیں زیادہ مہلک اور خوفناک ہے جو تیر و تفنگ سے ہوتا ہے۔

"عبادت" اور "تصادم" کی تشریح کو نظری حیثیت سے سمجھ لینے کے بعد اسوۂ رسول اور اسلام کی عملی تعلیمات کی روشنی میں بھی غور فرمائیے، حقیقت حال اور زیادہ نمایاں اور بے نقاب ہو کر سامنے آجائے گی۔

(باقی)

© rasailojaraid.com